چودھواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخو پوری

سورۃ الحجر

سورۂ حجر مکی ہے اس میں ۹۹ آیات اور چھ رکوع ہیں، اس میں چونکہ وادیِ حجر کے رہنے والوں یعنی قومِ ثمود کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام سورۃ الحجر ہے، وادیِ حجر، مدینہ منورہ اور شام کے درمیان واقع ہے، اس سورت کی صرف پہلی آیت تیرھویں پارہ میں ہے، باقی پوری سورت چودھویں پارہ میں ہے۔ اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات سے ہوتا ہے اور اس کی پہلی آیت میں قرآن کی تعریف اور توصیف ہے، اس سورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد کا اثبات ہے۔ اس سورت کے اہم مضامین درجِ ذیل ہیں:

(۱) قیامت کے دن کفار جب عذاب کی شدت اور ہولنا کی کا مشاہدہ کریں گے تو وہ آرزو کریں گے کہ اے کاش! ہم مسلمان ہوتے، لیکن ظاہر ہے کہ اس دن کا ایمان اور ایمان کی تمنا کسی کام نہیں آئے گی جبکہ آج ان کا حال یہ ہے کہ جب اللہ کا رسول انہیں ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو وہ اسے مجنوں اور دیوانہ کہتے ہیں اور وہ ایمانی دعوت کے مقابلے میں انکار اور استہزاء کا وہی رویہ اختیار رکھے ہوئے ہیں جو گزشتہ نافرمان قوموں نے اختیار کیا تھا۔

(۲) قرآن کریم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ خود باری تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ جبکہ دوسری آسمانی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے حاملین، کوسونپی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ دوسری آسمانی کتابیں انسانی دست بُرد سے محفوظ نہ رہ سکیں جب کہ قرآن کئی صدیاں گزرنے کے باوجود ہر طرح کے تغیر وتبدل اور کمی بیشی سے پاک اور محفوظ ہے۔ قرآن کریم کے معجزہ ہونے کے پہلوؤں میں سے ایک اہم پہلو اس کا محفوظ ہونا بھی ہے

اور اسے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو حفظ کرنا آسان فرما دیا ہے، دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں قرآن کے حافظ نہ پائے جاتے ہوں، چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جو اپنی مادری زبان کے چند صفحے کا رسالہ یاد نہیں کر سکتے وہ اتنی بڑی کتاب اپنے سینے میں محفوظ کر لیتے ہیں۔

(۳) اس سورت کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کئے گئے ہیں جو چیخ چیخ کر اپنے خالق کے وجود اور اس کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ دلائل آسمانوں، زمینوں، چاند ستاروں، پہاڑوں اور میدانوں، سمندروں اور نہروں، درختوں اور پرندوں کی صورت میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں، کہیں فرمایا گیا: ''ہم ہی نے آسمان میں بُرج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجادیا۔'' (آیت ۱۶)

دو آیتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے: ''اور زمین کو بھی ہم ہی نے پھیلا دیا اور اس پر پہاڑ بنا کر رکھ دیئے اور اس میں ہر مناسب چیز اُگائی۔'' (آیت ۱۹)

کہیں فرمایا گیا: ''ہم ہی پانی سے بھری ہوئی ہوائیں چلاتے ہیں اور ہم ہی آسمان سے بارش برساتے ہیں اور ہم ہی تم کو اس کا پانی پلاتے ہیں اور تم اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔'' (آیت ۲۲) یہ ہوائیں ہزاروں ٹن پانی اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتی ہیں، پھر جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اسے برسا دیتی ہیں، یہ ہوائیں ہی ہیں جو درختوں کو بار آور کرتی ہیں، یہ وہی کام سرانجام دیتی ہیں جو نر حیوان، مادہ کے لئے سرانجام دیتا ہے ان ہواؤں میں نر اور مادہ کے اعضاء اور اثرات ہوتے ہیں جو کہ وہ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف منتقل کرتی چلی جاتی ہیں۔

(۴) توحید اور قدرت کے تکوینی دلائل ذکر کرنے کے بعد انسان کی تخلیق کی ابتداء کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو کہ اس دنیا کے پہلے انسان ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی صورت میں سامنے آیا، آپ کی پیدائش یقیناً ربانی قدرت کے مظاہر میں سے ایک مظہر تھی، کیونکہ بے جان مٹی سے ایک ایسی شخصیت پیدا کر دینا جسے حرکت کرنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سوچنے سمجھنے، عناصر کو مسخر کرنے اور امکانات کی دنیا میں آگے بڑھنے کی قدرت حاصل

ہے، یقیناً اللہ کے قادر اور حکیم ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ایک فرد کا نہیں بلکہ پوری انسانیت کا قصہ ہے، جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اس میں اپنی روح پھونکی، فرشتوں کو ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اپنی قدرت کے اسرار اور حکمت کے عجائبات ان پر کھولے تو ان تمام امور میں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی تکریم تھی اسی طرح ان کی اولاد کی بھی تکریم تھی۔ فرشتوں کو جب سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر دیا۔ اہل علم کے نزدیک راجح اور صحیح قول یہ ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں بلکہ جن تھا البتہ فرشتوں کے درمیان رہتا تھا، سجدہ سے انکار کی وجہ سے اسے آسمانوں سے نکال دیا گیا اور وہ ابدی لعنت کا مستحق ٹھہرا۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے انتقام لینے کے لئے قیامت کے دن تک زندگی کی مہلت مانگی تھی اور اپنے اس مقصد کا اس نے کسی لگی لپٹی کے بغیر اظہار کر دیا تھا، اس نے کہا تھا، پروردگار! جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں لوگوں کے لئے گمراہی کو آراستہ کر دوں گا اور سب کو بہکا دوں گا۔" (آیت:۳۹)

اسے کہہ دیا گیا تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لو، جو میرے بندے ہیں ان پر تو تمہارا کوئی داؤ نہیں چلے گا البتہ جو ابدی شقی اور فطرت کے خبیث ہیں وہ تمہاری اتباع کریں گے اور ان کے لئے میں نے جہنّم تیار کر رکھی ہے جس کے سات دروازے ہیں اور ہر ایک دروازے کے لئے ان میں سے جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔" (آیت:۴۴)

چونکہ قرآن کا انداز یہ ہے کہ وہ ترہیب کے ساتھ ترغیب اور دوزخ کے ساتھ جنت کا بھی تذکرہ کرتا ہے اس لئے شیطان کی اتباع کرنے والوں کے تذکرہ کے بعد ان سعادت مندوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو امن اور سلامتی کی جگہ یعنی جنت میں ہوں گے، وہاں انہیں نہ تھکاوٹ ہوگی نہ کوئی تکلیف اور پریشانی، ان کے سینے ایک دوسرے کے بارے میں صاف ہوں گے۔

(۵) جنت جیسی امن وسلامتی اور راحت واطمینان کی جگہ کا ذکر کرنے کے بعد سورۂ حجر، بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اور رحمت کا ذکر کرتی ہے، بندہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اسے

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اوراس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، ارشاد ہوتا ہے: ’’اے (پیغمبر!) میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں بڑا بخشنے والااورمہربان ہوں اور یہ کہ میراعذاب دردناک ہے۔(۵۰-۴۹) یہ آیات خوف اورامید دونوں مقامات کی جامع ہیں،مومن کے دل میں اللہ کا خوف بھی ہونا چاہیےاوراس کی رحمت کی امید بھی ہونی چاہیے۔

(۶) اللہ کی رحمت اورفضل واحسان کے بعد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے مہمانوں کا تذکرہ ہے جوانسانی شکل میں نورانی فرشتے تھے اورآپ کو بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لیے آئے تھے، کہا جاتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر کم وبیش ۱۲۰ سال تھی، اہلیہ بھی بہت بوڑھی تھیں، بظاہر یہ ولادت کی عمر نہ تھی اس لئے آپ کو بیٹے کی خوشخبری سن کرخوشی بھی ہوئی اورتعجب بھی ہوا۔آپ نے فرشتوں کے سامنے تعجب کا اظہار کیا توانہوں نے کہا: ’’ہم آپ کو سچی خوشخبری سنارہے ہیں پس آپ مایوس نہ ہوں۔‘‘ (آیت:۵۵) آپ نے جواب میں فرمایا (میں اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس ہونے لگا)’’اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا توصرف گمراہوں کا کام ہے۔‘‘ (آیت:۵۶) میرے سوال کرنے کا مقصد تو یہ معلوم کرنا ہے کہ یونہی بڑھاپے میں ہمیں بیٹا دیا جائے گا یا جوانی لوٹا کراورکسی دوسری عورت سے شادی کرنے کے بعد؟

(۷) فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کوخوشخبری سنا کرحضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے درخواست کی کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ لے کرراتوں رات ہی کو اس بستی سے نکل جایئے کیونکہ آپ کی بستی والے گناہوں کی سرکشی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’سوان کوسورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑااورہم نے اس شہر کواُلٹ کرنیچے کااوپرکردیااوران پرکنکر کی پتھریاں برسائیں۔‘‘ (آیت:۷۴)

(۸) وادیِ حجر کے رہنے والوں یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم بھی ظلم اورزیادتی کی راہ

پر چل نکلی تھی اور بار بار سمجھانے کے باوجود بت پرستی کو چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہو رہی تھی، انہیں مختلف معجزات بھی دکھائے گئے بالخصوص پہاڑی چٹان سے اونٹنی کی ولادت کا معجزہ، جو کہ حقیقت میں کئی معجزوں کا مجموعہ تھا: اونٹنی کا چٹان سے برآمد ہونا، نکلتے ہی اس کی ولادت کا قریب ہونا، لیکن ان بدبختوں نے اس معجزہ کی کوئی قدر نہ کی، بجائے اس کے کہ وہ اسے دیکھ کر ایمان قبول کر لیتے انہوں نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا۔ چنانچہ وادیِ حجر والے بھی عذاب کی لپیٹ میں آ کر رہے۔

سورۂ حجر کے آخری رکوع میں نعمتِ قرآن کا ذکر ہے کہ جسے یہ نعمت حاصل ہو جائے اسے مال داروں کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہیے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی طرف جو حق نازل کیا گیا ہے اسے کھول کر بیان فرما دیجئے۔ گویا گزشتہ سورت کی طرح اس سورت کی ابتداء اور اختتام بھی قرآن پر ہوا ہے۔

سورۃ النحل

سورۂ نحل مکی ہے، اس میں ۱۲۸ آیات اور ۱۶ رکوع ہیں۔ نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورت میں شہد کی مکھی کا ذکر آیا ہے اس لئے اس کا نام سورۂ نحل ہے۔ شہد کی مکھی بھی عام مکھیوں جیسی ایک مکھی ہے لیکن وہ حکمِ الٰہی سے ایسے حیرت انگیز کام کرتی ہے جن کے کرنے سے انسانی عقل عاجز ہے۔ خواہ چھتہ بنانے کا عمل ہو یا آپس میں مختلف ذمہ داریوں کی تقسیم، یا دور دراز واقع درختوں، باغات اور فصلوں سے قطرہ قطرہ شہد کا حصول ...... ان کا ہر عمل بڑا ہی عجیب ہوتا ہے، ان کے بنائے ہوئے چھتے میں بیس سے تیس ہزار تک خانے ہوتے ہیں، یہ خانے مسدس ہوتے ہیں اور آج کے کسی جدید ترین آلہ سے اگر ان کی پیمائش کی جائے تو ان میں بال برابر بھی فرق نہیں ہوگا، پھر اس چھتے میں شہد جمع کرنے کا گودام، بچے جننے کے لئے ''میٹرنٹی ہوم'' اور فضلہ کے لئے اسٹور سب الگ الگ ہوتے ہیں، ہزاروں مکھیوں پر ایک ملکہ حکمرانی کرتی ہے۔ اس چھوٹی سی مملکت میں اسی کا سکہ چلتا ہے اور اسی کے حکم سے ڈیوٹیوں کی تقسیم ہوتی

ہے ۔ چھتے پر کام کرنے والی مکھیوں میں سے بعض دربانی کے فرائض انجام دیتی ہیں، بعض انڈوں کی حفاظت کرتی ہیں، بعض نابالغ بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں، بعض انجینئرنگ اور چھتے کی تراش خراش اور تعمیر میں لگی رہتی ہیں، جب کسی مکھی کو تلاش وجستجو کے دوران کسی جگہ پر شہد کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے تو وہ واپس آ کر ایک خاص قسم کے رقص کے ذریعے دوسری ساتھیوں کو منزل تک پہنچنے کے لئے راستے کی نشاندہی کرتی ہے، لیکن یہ احتیاط ضرور کرتی ہے کہ جس پھول کو وہ نچوڑ چکی ہے ہوتی ہے اس پر ایک خاص قسم کی نشانی چھوڑ آتی ہے تاکہ بعد میں آنے والی کارکن کا وقت ضائع نہ ہو اور اسے ”تجل خراب“ نہ ہونا پڑے، اگر کوئی مکھی غلطی سے گندگی پر بیٹھ جائے یا کوئی زہریلا مواد لے آئے تو چیکنگ پر مامور عملہ اسے باہر روک لیتا ہے اور اسے اس جرم کی سزا کے طور پر قتل کر دیا جاتا ہے (اے کاش! انسان مکھی ہی سے عبرت حاصل کرے اور خوراک یا دوا کے نام پر زہر کھلانے والوں کو عبرت کا نمونہ بنا دے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”مکھی یہ سارے کام ہمارے حکم سے کرتی ہے۔“ اور فرمایا کہ ”بے شک سوچنے والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔“ (آیت: ۶۹) اگر کوئی غیر متعصب انسان مکھی کی زندگی پر ہی غور وفکر کر لے تو وہ اللہ کے وجود اور اس کی قدرت وحکمت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سورۂ نحل کو ”سورۂ نعم“ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کثرت کے ساتھ اللہ کی نعمتیں مذکور ہیں۔ سورت کی ابتداء سے مطالعہ کیا جائے تو پہلے قربِ قیامت کا ذکر ہے (آیت: ۱) پھر وحی کو ثابت کیا گیا ہے جس کا مشرک انکار کرتے ہیں (آیت: ۲) پھر اللہ کی نعمتوں کے بیان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ اس نے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا، انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، چوپائے پیدا کئے جن میں مختلف منافع بھی ہیں اور وہ اپنے مالک کے لئے فخر وجمال کا باعث بھی ہوتے ہیں، گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کئے جو بار برداری کے کام بھی آتے ہیں اور ان میں رونق اور زینت بھی ہوتی ہے۔ بارش وہی برساتا ہے، پھر اس بارش سے زیتون، کھجور، انگور اور دوسرے بہت سارے میوہ جات اور غلے وہی پیدا کرتا ہے، رات اور دن، سورج اور چاند

کواسی نے انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے، دریاؤں سے تازہ گوشت اور زیور وہی مہیا کرتا ہے، سمندر میں جہاز اور کشتیاں اسی کے حکم سے رواں دواں ہیں، یہ اور ان جیسی دوسری نعمتیں ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ بجا طور پر فرماتے ہیں: ''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو، بے شک اللہ بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔'' (آیت:۱۸) جب انسان اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا تو ان کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے، انسانی جسم اور اس کے مختلف اجزاء ہی کو لے لیجئے، اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو زندگی کا مزہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے، انسان تمنا کرتا ہے کہ اگر دنیا کا سارا مال ومتاع بھی خرچ کر کے یہ خرابی دور ہو جائے تو سودا سستا ہے، اگر معدہ میں زخم ہو جائے یا پیشاب رُک جائے یا سوءِ ہضم کا عارضہ مستقل طور پر لاحق ہو جائے تو نہ کھانے میں مزہ آتا ہے نہ پینے میں، اگر گردہ یا جگر خراب ہو جائے یا شریانیں تنگ ہو جائیں، خون کی پیداوار میں رُکاوٹ ہو جائے تو ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ انسان موت کی آرزو کرنے لگتا ہے، غافل انسان کو کیا خبر کہ اس کے جسم کا نظام کیسے چلایا جا رہا ہے، یہ اگر صرف داخلی اور بدنی نعمتوں پر ہی ایک سرسری نظر ڈال لے تو دنگ رہ جاتا ہے اور یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ واقعی اس کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا، خارجی نعمتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جامع ترین آیت:

اس سورت میں وہ جامع ترین آیت ہے جس کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت خیر وشر کی سب سے زیادہ جامع ہے۔ یہ وہ آیت ہے جسے سن کر ولید بن مغیرہ جیسا دشمنِ اسلام بھی تعریف کرنے پر مجبور ہو گیا تھا، اس کی جامعیت ہی کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے سے اسے ہر خطیب خطبۂ جمعہ میں پڑھتا ہے، یہ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۰ ہے۔ اس آیت میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور تین باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اور فحشاء

(یعنی ہر قبیح قول اور عمل) منکر (ہر وہ عمل جس سے شریعت نے منع کیا ہے)اور بغی (حد سے تجاوز کر جانا جیسے تکبر، ظلم اور حسد وغیرہ) سے منع کیا گیا ہے۔

(۱) عدل کا حکم عام ہے، احکام اور معاملات میں بھی عدل ضروری ہے، فرائض اور واجبات میں بھی، اولاد کے ساتھ بھی، دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی، اپنے پرائے کے ساتھ بھی اور بیویوں، خادموں اور ملازموں کے ساتھ بھی۔

(۲) ہر اچھا عمل احسان ہے احسان کا تعلق اللہ کے ساتھ بھی ہے، جماعت اور خاندان کے ساتھ یہاں تک کہ حیوانوں کے ساتھ بھی احسان کا حکم ہے۔

(۳) یوں تو ہر مستحق کی مدد کرنی چاہیے لیکن قرابت کے ساتھ تعاون کرنے کا دُہرا اجر ملتا ہے۔

(۴) ہر ایسا عمل جس کی قباحت بالکل واضح ہو وہ فحشاء ہے جیسے زنا، لواطت، شراب، جوا وغیرہ۔

(۵) منکر، ایسے اعمال جو شریعت کی نظر میں قبیح ہیں اور جن سے طبعِ سلیم نفرت کرتی ہے۔

(۶) بغی یہ ہے کہ انسانوں کی عزت وحرمت اور ان کے اموال اور جانوں پر زیادتی کی جائے۔

سورت کے اختتام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ زندگی بھر توحیدِ خالص پر جمے رہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ملت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اللہ کی طرف بلائیں، اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب پر صبر کریں۔ سورت کی ابتدائی آیت ان لوگوں کے جواب میں نازل ہوئی تھی جو آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔ ایسے فضول مطالبوں سے آپ کی طبعیت کا مکدر ہونا یقینی تھا، جبکہ آخری آیت میں آپ کو صبر کرنے اور تنگدل نہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے، لہٰذا ابتداء اور انتہاء میں مناسبت بالکل واضح ہے۔